ربا اور دار الحرب

ڈاکٹر محمد صغیر حسن معصومی

ربا کے مفہوم کی وضاحت اسلامی معاشرے میں جانی پہچانی ہے اور اس کا حکم بھی ظاہر ہے یعنی دار الاسلام میں اور ان ریاستوں میں جنمیں مسلمانوں کی اکثریت ہے ربا ممنوع اور حرام ہے، اور اس کی ساری شکلیں علاوہ ازیں کہ قرض سے متعلق ہوں یا بیع سے قابل احتراز ہیں۔ اور بمصداق "دعوا الربا والريبة" (ربا اور ریبہ یعنی شائبۂ ربا کو چھوڑ دو) مسلمانوں پر فرض ہے کہ اپنے قلمرو میں ربا کا لین دین ترک کر دیں۔ اسلامی حکومت میں یہ نہ مسلمانوں کے لئے جائز ہے نہ غیر مسلم رعایا کے لئے (ملاحظہ ہو "مسئلہ ربا" الرحیم دسمبر ۱۹۶۵ء "مسئلہ سود" فاران کراچی، فروری ۱۹۶۶ء)

اس مضمون کا مقصد یہ ہے کہ دار الاسلام کے سوا دنیا کے مختلف گوشوں میں جہاں مسلمان آباد ہیں، یا جہاں اسلامی حکومت نہیں، جمہوری حکومت ہے اور جمہوری اقتصادی نظام سارے ملک میں رائج ہے وہاں مسلمانوں کے لئے ربا کا کیا حکم ہے؟

یوں تو انیسویں صدی سے لیکر بیسویں صدی کے نصف اول تک مشرق و مغرب کے سارے علاقہ مغربی اقوام کے زیر اثر ہونے کی وجہ سے سارے اسلامی ممالک جہاں کبھی اسلامی احکام جاری و ساری تھے۔ اور جہاں اب بھی مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ وہاں بھی مغربی قوانین خصوصاً فرنچ یا انگلش لاز (فرانسیسی یا انگریزی قوانین) اپنائے گئے ہیں، ہر جگہ لباس و قماش مغربی ہے اور ثقافت بھی مغربی ہی نظر آتی ہے۔ سعودی مملکت کے سوا تقریباً ساری بڑی ریاستیں انڈونیشیا سے لے کر مراکش تک مغربی طرز کے جمہوری نظام کی علمبردار ہیں، ہندوستان اور پاکستان چونکہ انگریزی حکومت

قلمرو میں شامل تھے اس لئے تقسیم کے بعد بھی نظام حکومت کم وبیش پارلیمانی ہے یا انگریزی نظام سلطنت سے کچھ زیادہ مختلف نہیں، شخصی توانین تو ایک حد تک اسلامی ہیں مگر شہری توانین عدلیہ، فوجداری، اقتصادی، معاشی اور معاشرتی نظام سب انگریزی طرز کے جمہوری نظام کے نقش ثانی ہیں۔ بنابریں عملی حیثیت سے ایک دو ریاستوں کے سوا کوئی ایسی ریاست جہاں مسلمانوں کی اکثریت و قوت ہے دارالاسلام کہلانے کی مستحق نظر نہیں آتی۔ کیونکہ سارے اسلامی احکام نہیں بلکہ بیشتر اسلامی احکام یہاں بھی جاری و ساری نہیں البتہ بوقت جنگ مسلمانوں کے مسکن و مامن ہونے کی حیثیت سے ضرور دارالسلام ہیں۔

ایسے پرآشوب زمانہ میں جب کہ مغربی اقتصادی نظام اور مغربی ثقافت و تمدن کا زور ہے بلکہ یہی نظام مشرق و مغرب کے بیشتر حصوں پر چھایا ہوا ہے بلا امتیاز اس کے کہ وہ استعماری مغربی نظام ہے یا اشتراکی مغربی نظام نیز جب مسلمانوں میں آج شعوری یا لاشعوری طور پر یہ احساس مفقود ہے کہ وہ عملاً معاشرتی خصوصیات کو اپنا ہیں یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ بعض معاشرتی مسائل پر نظر ثانی کی جائے۔ اور بڑے تفکر و تدبر کے ساتھ ان مسائل کا حل ہونا چاہیئے۔ جیسا کہ ابھی اشارہ کیا جا چکا ہے کہ ان سارے ممالک میں بھی جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے اور ان کا شخصی یا جمہوری اقتدار قائم ہے، مغربی اقتصادی نظام رائج ہے، سارے تجارتی معاملات اور بنک کاری اور کاروباری منصوبے عالمی بنک یا دوسرے ممالک کے تعاونی امداد اور ترقیاتی منصوبے باہم شیر و شکر ہیں۔ اور آج قوموں کی بقاء اور حیات اس پر منحصر ہے کہ وہ اس اقتصادی نظام سے منسلک رہیں۔ اس نظام سے جدائی و افتراق ہلاکت و بربادی کے مترادف ہے ایسے ماحول میں جب ہم ربا جیسے مسئلہ پر غور و خوض کرتے ہیں تو یہ کہنا پڑتا ہے کہ دوسرے سیاسی اسلامی احکام کے ساتھ ربا کے اسلامی حکم کو ہم ان ممالک کے مسلمانوں پر عائد نہیں کر سکتے جہاں ان کی اکثریت نہیں بلکہ اقلیت میں ہیں۔ پھر جن ممالک میں اسلامی نظام قائم نہیں وہاں صرف ایک ہی مسئلہ کے حکم پر کیوں زور دیا جائے۔ لین دین کے عام نظام و قانون کے مطابق عمل ناگزیر ہے، پس وہاں کے نظام میں بدنظمی پیدا کرنے کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی۔

(۲)

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اسلام نے ربا کی حرمت کو اس لئے بیان کیا کہ عرب کے معاشرہ میں قرض کا سودی لین دین نہایت گھناؤنا ہوتا جا رہا تھا۔ خود مدینہ منورہ یعنی یثرب میں یہودی قبائل کے افراد نے اوس و خزرج کو سودی قرض کے ذریعہ غلامی کی زنجیروں میں جکڑ کر بے بس کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ قرض دینے والے قرضدار کی بہو بیٹیوں کی عزت تک کے مالک بن گئے تھے۔ ایسے برے طریقے کو ختم کرنا ضروری تھا۔ اور "لا تاکلوا الربا اضعافا مضاعفۃ" (سود نہ کھاؤ جس کی حالت یہ ہے کہ دوگنا سہ گنا ہوتا جاتا ہے) کا حکم صادر کرنا نہایت اہم۔ یہ طریقہ چونکہ یہودیوں اور دوسرے نوآباد غیر عربوں کے ذریعہ حجاز و عرب میں رواج پا گیا تھا۔ قدیم زمانے میں خود عرب میں یہ دستور نہ تھا۔ اس لئے اس بری عادت و رواج کا خاتمہ لابدی تھا۔ اور دارالاسلام میں غیر مسلموں کے لئے بھی اس طرح لین دین کو ناروا قرار دیا گیا۔ دوسرے الفاظ میں عرب میں دین ابراہیمی کو دوبارہ زندہ کیا گیا۔ اور چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں لین دین کا سودی نظام رائج نہ تھا۔ اس لئے بت پرستی کے ساتھ ساتھ سودی کاروبار کے طریقے کو بھی روک دیا گیا۔ اور ساری بدنظمیوں کو دور کرنے کے ساتھ بیع کے نیز قرض کے سودی لین دین جیسی بدنظمی کو بھی دور کر دیا گیا۔

(۳)

اب آیئے اس خطے میں جہاں ایک دوسرا نظام رائج ہے اور مسلمانوں کو بالکل اجازت نہیں کہ وہ کسی اسلامی حکم کے مطابق عمل کر سکیں، اور اگر کوئی عمل کرتا ہے تو لوگ درپئے آزار ہو جاتے ہیں تو ایسے خطے سے مسلمانوں پر فرض ہے کہ نکل جائیں اور اس خطہ کو دارالحرب قرار دیں کیونکہ ایسی جگہ اسلامی احکام جاری نہیں ہو سکتے، اس لئے ظاہر ہے کہ ربا کا حکم بھی جاری نہ ہوگا۔ مکہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت اسی بنا پر پیش آئی اور مؤمنین کے اوصاف اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان کئے۔

والذین آمنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ والذین آووا ونصروا اولئک ھم المؤمنون حقا لھم مغفرۃ ورزق کریم ○ والذین آمنوا من بعدُ	اور جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں لڑے اور جنہوں نے جگہ دی اور مدد کی وہی سچے ایمان والے ہیں، ان کے لئے بخشش ہے اور عزت کی روزی۔ اور جو بعد کو ایمان لائے اور ہجرت

وهاجروا وجاهدوا معكم فاولئك منكم
واولوا الارحام بعضهم اولى ببعض في
كتاب الله ان الله بكل شئ عليم ○
(آخر الانفال)

کی اور تمہارے ساتھ جہاد کیا وہ بھی تمہیں میں سے
ہیں اور رشتہ والے ایک دوسرے کے زیادہ نزدیک
ہیں اللہ کی کتاب میں بیشک اللہ سب کچھ جانتا ہے۔
(سورہ انفال کی آخری آیتیں)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ پہنچنے پر کفار مکہ کی ساری قوت شب و روز اس امر میں صرف ہونے لگی کہ جیسے ہو محمدؐ اور ان کے ساتھیوں کا قلع قمع کر دیں، یثرب پہنچکر حضورؐ نے اسی لئے سب سے پہلے مواخاۃ اور پھر اہل یثرب سے معاہدہ کیا اور ان تیاریوں کی تکمیل ظہور پذیر ہونے کو تھی کہ یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

اذن للذين يقاتلون بانهم
ظُلموا، وان الله على نصرهم لقدير
الذين اخرجوا من ديارهم بغير حق
إلا ان يقولوا ربنا الله، ولولا دفع الله الناس
بعضهم ببعض لهدمت صوامع وبيع
وصلوات ومساجد يذكر فيها
اسم الله كثيرا، ولينصرن الله من
ينصره، ان الله لقوي عزيز الذين
ان مكنّاهم في الارض اقاموا الصلوٰة
واٰتوا الزكاة وامروا بالمعروف ونهوا
عن المنكر ولله عاقبة الامور -
(الحج: ۳۹ - ۴۱)

ترجمہ:۔ پروانگی عطا ہوئی انہیں جن سے
کافر لڑتے ہیں اس بنا پر کہ ان پر ظلم ہوا اور
بیشک اللہ ان کی مدد کرنے پر ضرور قادر ہے،
وہ جو اپنے گھروں سے ناحق نکالے گئے۔ صرف
اس بات پر کہ انہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے
اور اللہ اگر آدمیوں میں ایک کو دوسرے سے دفع
نہ فرماتا تو ضرور ڈھادی جاتیں خانقاہیں اور
گرجا اور کلیسہ اور مسجدیں جن میں اللہ کا نام
بکثرت لیا جاتا ہے، اور بے شک اللہ ضرور
مدد فرمائے گا اس کی جو اس کے دین کی مدد کریگا
بے شک ضرور اللہ قدرت والا غالب ہے وہ لوگ
کہ اگر ہم انہیں زمین میں قابو دیں تو نماز برپا رکھیں
اور زکوٰۃ دیں اور بھلائی کا حکم کریں اور برائی
سے روکیں، اور اللہ کے لئے سب کاموں کا
انجام ہے ۔ (سورۂ حج ۳۹ تا ۴۱)

(۴)

اللہ تعالیٰ نے حرب کی اجازت دیدی، مگر ساتھ ہی اس کے حدود کو بیان کر دیا کہ بغی وطغیان فساد و عدوان کے دور کرنے کے لئے جنگ لڑی جائے تاکہ نظام قائم ہو اور بد نظمی دور ہو۔ ظلم وعدوان سے بچیں، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:۔

وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا، ان اللہ لا یحب المعتدین۝ (البقرۃ: ۱۹)

اور اللہ کی راہ میں لڑو ان سے جو تم سے لڑتے ہیں اور حد سے نہ بڑھو، اللہ پسند نہیں رکھتا حد سے بڑھنے والوں کو۔ (بقرہ: ۱۹)

ایک دوسری آیت ہے۔

وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین للہ فان انتھوا فلا عدوان الا علی الظلمین (بقرۃ ۱۹۳)

اور ان سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے اور ایک اللہ کی پوجا ہو، پھر اگر وہ باز آئیں تو زیادتی نہیں مگر ظالموں پر (بقرہ: ۱۹۳)

پھر ارشاد ہوتا ہے:۔

وما لکم لا تقاتلون فی سبیل اللہ والمستضعفین من الرجال والنساء والولدان الذین یقولون ربنا اخرجنا من ھذہ القریۃ الظالم اھلھا، واجعل لنا من لدنک ولیا واجعل لنا من لدنک نصیرا۔ (النساء: ۷۵)

اور تمہیں کیا ہوا کہ نہ لڑو اللہ کی راہ میں اور کمزور مردوں اور عورتوں اور بچوں کے واسطے، یہ دعا کر رہے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں اس بستی سے نکال جس کے لوگ ظالم ہیں اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی حمایتی دیدے، اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی حمایتی دیدے اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی مددگار دیدے۔ (نساء: ۷۵)

نیز: وان نکثوا ایمانھم من بعد عھدھم وطعنوا فی دینکم فقاتلوا ائمۃ الکفر انھم لا ایمان لھم لعلھم ینتھون۝ الا تقاتلون قوما نکثوا ایمانھم

اور اگر عہد کر کے اپنی قسمیں توڑیں اور تمہارے دین پر منہ آئیں تو کفر کے سرغنوں سے لڑو جنہوں نے اپنی قسمیں توڑیں اور رسول کے نکالنے کا ارادہ کیا، حالانکہ انہیں کی طرف سے پہل